Open Access

Al-Irfan(*Research Journal of Islamic Studies*)

Published by: *Faculty of Islamic Studies & Shariah*
Minhaj University Lahore

ISSN: *2518-9794 (Print), 2788-4066 (Online)*

Volume 09, Issue 18, July-December 2024,

Email: alirfan@mul.edu.pk

”قتل غیرت“اسلامی تعلیمات سے متصادم رویہ ایک تجزیاتی مطالعہ

‘‘Honor Killing’’ An Attitude in Conflict with Islamic Teaching an Analytical Study

SAIMA SHAHZADI

Lecturer, Govt Graduate College for Women Baghbanpura, Lahore

madamsahi8@gmail.com

AHMED HASEEB

LLB(Hons) Scholar, Superior University Lahore

ABSTRACT

Among the major problems faced by women in Pakistan is honor killing. This problem is being carried on from generation to generation on cultural basis. To cover up the man's passion killing, it is saved by giving it the color of honor killing and the women treated like a meaningless creature. While this violent act has never been encouraged in Pakistani personal law.

The majority population of Pakistan claims to be followers of the religion of Islam, whose basic teachings are the source of peace and security of humanity. Despite this, every year countless men and women are victims of this cruel bloodshed, in which the overwhelming majority are women. Ironically, to justify such accrued act and escape to punishment it is linked to Qur’anic teachings, which is totally misleading. In this conference paper, will explained the legality of honor killing by presenting it in the context of Islamic teachings.

Keywords:

Human rights, honor killing, victims, misleading, Islamic teachings.

تعارف:

قتلِ غیرت ایک قدیم رسم ہے جو عہد قدیم سے انسانی تاریخ کا حصہ رہا ہے۔اس قبیح عمل کو رسم اس لیے کہا جاتا ہے کہ کوئی مہذب معاشرہ یا مذہب اس کو قبول نہیں کرتا اور نہ ہی اس کو انسانی خطا میں شمار کرتا ہے۔ پھر بھی صدیوں سے یہ عمل مسلسل دہرایا جارہا ہے۔ قتل غیرت میں عمومی طور پر محبت میں ناکامی، مرد کا اپنے بیٹے یا بھائی کو عادات بد میں ملوث ہونے، اپنی بیوی، بہن، بیٹی یا دیگر کسی محرم و نامحرم عورت کا قتل بد چلنی کے شُبہ میں کرنے کو کہا جاتا ہے۔ عمومی مشاہدہ میں آیا ہے کہ قتل غیرت کا سب سے زیادہ شکار عورتیں ہوتی ہیں۔ یا یوں کہہ لیں کہ ذاتی پسند و ناپسند، رنجش، دشمنی، سیاسی مقاصد، جائیداد کی تقسیم کے معاملات میں مرد اپنی طاقت کا استعمال کرتے ہوئے عورت کو قتل کر کے اور بیشتر معاملات میں جائیداد کی حصہ دار ختم کرتے ہوئے اس پر بد چلنی کا الزام لگا کر اسے ثابت کر دیتا ہے اور عدالت یا مقامی جرگہ میں بد چلنی کو آنکھوں سے دیکھنے کے بعد ذہنی حالت کنٹرول ہونے سے باہر ہونے یا سمجھ بوجھ کی صلاحیت کھو دینے کی کیفیت کو ثابت کر کے مجرم کو یا تو عدالت سے ریلیف مل جاتا ہے یا پھر سرے سے ایسے معاملات کو عدالت میں لایا ہی نہیں جاتا اور والدین یا ولی اپنے گھر کے مرد اور معاشی سہارے کو بچانے کے لیے خاموشی اختیار کر لیتے ہیں۔ قتل غیرت کو بعض اوقات خودکشی بھی ثابت کر دیا جاتا ہے۔ پاکستان میں قتل غیرت کی سالانہ ایک بُلند شرح ریکارڈ ہوئی ہے جو اوسطاً 400 سالانہ ہے۔ عمومی طور پر قتل غیرت میں سزا سے استثنیٰ کے لیے اسلامی تعلیمات کا سہارا لیا جاتا ہے جس سے ایک فہم عام ہے کہ اسلام کی تعلیمات میں قتل غیرت جائز ہے۔ تحقیق ہذا میں ایسے الزامات اور ابہام کی تردید میں دلائل پیش کئے جائیں گے۔

لٹریچر ریویو

غیرت کیا ہے؟

لفظ "غیرت" عربی زبان سے ہے جس کا مفہوم دو مختلف انداز میں بیان ہوا ہے۔اوّل کسی ناگوار گفتگو یا مشاہدہ سے انسان کے دل کی کیفیت کا یکسر تبدیل ہو جانا، دوئم اپنے مخصوص حق بالخصوص حقوق حرمت میں کسی دوسرے کی شرکت کو برداشت نہ کر پانا۔ ان دونوں عوامل کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی قلبی و ذہنی کیفیت کو "غیرت" کہا جائے گا۔ غیرت کا ایک پہلو جس شخص یا ہستی سے محبت ہو اس کی توہین کے وقت عدم برداشت ہے۔ قتل غیرت کو طیش یا غضب کی حالت میں غیر ارادی فعل قرار دینے کے بابت ایک حدیث مبارکہ پیش کی جاتی ہے:

"اللہ کی قسم! میں سب سے زیادہ باغیرت ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ غیور ہے جس نے اپنی غیرت ہی کی وجہ سے تمام گناہوں کو خواہ پوشیدہ ہوں یا واضح حرام قرار دیا ہے۔"(1)

اس حدیث مبارکہ کی عمومی تشریح یہ کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارکہ ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ﴾ (2)

"بیشک اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا اس بات کو کہ شرک کیا جائے اس کے ساتھ۔"

اس آیت مبارکہ میں حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف کر دیں گے سوائے شرک یعنی عبد و معبود کے معاملے، محبت اور اس کے تقاضوں میں کسی کی شرکت اللہ تعالیٰ کو قبول نہیں۔ اسی طرح انسانی رشتوں میں محبت و حرمت کے تقاضوں میں شرکت یا خیانت کی عدم قبولیت مومن کی غیرت کو گوارا نہیں ہوتی اور جس طرح شرک نا قابل معافی ہے اسی طرح دیگر معاشرتی رشتے بھی اس کے متقاضی ہیں جو کہ بالکل جائز مطالبہ ہے۔ بالخصوص عورتوں کے معاملات میں جن کے بات بوجہ جنسی حرمت و میلان مرد کے لیے خاص محبت کا مقام رکھنے کی وجہ سے یہ جذبہ فطری ہے۔

کیا غیرت محض مردانہ جذبہ ہے؟

غیرت کے معاملات جن کا تعلق بالخصوص محبت اور ازدواجی رشتوں میں بے وفائی سے ہوتا ہے ان معاملات میں ایسی مثالیں بھی سامنے آتی ہیں جس میں بیوی حالت اشتعال میں خاوند کی بے وفائی کا بدلہ اس کی جان لے کر لیتی ہے۔ لیکن ایسے واقعات کی شرح قتل غیرت کی عمومی شرح میں محض 1 فیصد ہے جو کہ عورت کو اس معاملے میں زیادہ مظلوم ثابت کرتی ہے۔ مرد اس معاملے میں شادی سے قبل اور بعد دونوں کیفیات میں عورت پر اپنی حکمرانی ثابت کرنے اور اس کی نازک صنف کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے اسے تشدد کا آسانی سے نشانہ بنا دیتا ہے۔ لیکن یہ کہا جاسکتا ہے کہ عورت بھی اپنے شوہر یا دیگر رشتوں کے معاملے میں غیرت کا جذبہ رکھتی ہے یعنی کچھ واقعات میں ہم دیکھتے ہیں کہ قتل غیرت میں عورت کے قتل میں اس کی ماں یا دیگر عورتوں کی شمولیت رپورٹ ہوئی ہے۔ جو اس قتل کے لیے نہ صرف خود راضی ہوئیں بلکہ دوسروں کو اُکسانے اور معاونت فراہم کرنے کے فرائض بھی سرانجام دیئے۔ لاہور میں 2016ء میں زینت رفیق نامی لڑکی کو اس کی ماں پروین رفیق نے پسند کی شادی کرنے پر آگ لگا کر ہلاک کر دیا۔ جولائی 2022ء میں کراچی میں خاتون نے اپنے شوہر اور حساس ادارے کے ملازم کو ازدواجی رشتہ میں بے وفائی کی رنجش پر قتل کر دیا۔

---

(1) صحیح مسلم، کتاب النکاح، حدیث نمبر 1929/ مشکاۃ المصابیح، کتاب النکاح، حدیث نمبر 3308

(2) النساء 48/4

قتل غیرت کی وجوہات:

قتل غیرت دنیا بھر میں خواتین کی زندگی کو درپیش عدم تحفظ کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ دیگر اسلامی ممالک کے قتل غیرت کے محرکات اور کیفیت پر رعایت کی پیروی میں پاکستانی معاشرہ میں بہت سے کیسز میں اس کا جائز قرار دیتے ہوئے مجرم کی سزا معاف کر دی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں صوبہ سرحد جو کہ پاکستان میں اسلامی روایات پر کاربند ہونے کا سب سے زیادہ دعویٰ کرتا ہے وہاں قتل غیرت کی شرح سب سے زیادہ ہے ذیل میں ہم ان اسلامی تعلیمات جن کا سہارا لے کر اس قتل کو جائز قرار دیا گیا اور ان کے حقیقی مفہوم کی وضاحت پیش کرنے کی کوشش کریں گے۔

مرد عورتوں پر حاکم ہیں:

ہمارے معاشرے میں عمومی روش ہے کہ ہم نے فیصلہ کر لیا ہے کہ مرد کی حاکمیت ہر حال میں برقرار رہے گی وہ اپنی زیست میں کوئی بھی فیصلہ کرلے وہ عورت کو ہر حال میں قبول کرنا ہے جس میں اس کی زندگی اور موت کا فیصلہ بھی شامل ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَي النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰي بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ۭ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ۭ وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ۭاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا﴾ (1)

"مرد محافظ و نگران ہیں عورتوں پر اس وجہ سے کہ فضیلت دی ہے اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر اور اس وجہ سے مرد خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں سے (عورتوں کی ضرورت و آرام کے لیے) تو نیک عورتیں اطاعت گزار ہوتی ہیں حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں (مردوں) کی غیر حاضری میں اللہ کی حفاظت سے اور وہ عورتیں اندیشہ ہو تمہیں ان کی نافرمانی کا تو (پہلے نرمی سے) انھیں سمجھاؤ اور پھر الگ کر دو انھیں خواب گاہوں سے اور (پھر بھی باز نہ آئیں تو) مارو انھیں پھر اگر وہ اطاعت کرنے لگیں تمہاری تو نہ تلاش کرو ان پر (ظلم کرنے کی) راہ یقیناً اللہ تعالیٰ (عظمت و کبریائی میں) سب سے بالا سب سے بڑا ہے۔"

---

(1) النساء 34/4

آیئے ان ہی آیات مبارکہ کے مکمل مضامین کا جائزہ لیں اور مرد کی حاکمیت کو قبول کریں۔اس کی حاکمیت اس لیے ہے کہ وہ اہل خانہ کی حفاظت اور نان و نفقہ کا ذمہ دار ہے مطلب وہ کما کر اپنا مال خرچ کرے گا اور بدلہ میں اہل خانہ کی وفا کا طلبگار ہوگا جو کہ معاشرتی مساوات، فطرت اور امن و سکون کے عین معیارات کے مطابق ہے۔آیت مبارکہ کے دوسرے حصے میں سرکش عورتوں کے بارے میں مرد سے خطاب کیا جارہا ہے کہ پہلے انہیں سمجھاؤ، پھر خواب گاہ سے الگ کرو یعنی قطع کلامی یا بے رُخی کا درجہ بڑھادو تاکہ وہ خود بخود راہ راست پر آجائیں۔اگر باز نہ آئیں تو مارو، اس مار میں چوٹ کی نوعیت اور تشدد کا معیار ہم خطبہ حجۃ الوداع میں پڑھتے ہیں کہ انہیں ہلکی ضرب سے مارو جس سے چوٹ نہ لگے۔پھر کہا جارہا ہے کہ اگر شکایت دور ہو جائے تو خواہ مخواہ دست درازی کا بہانہ نہ تلاش کرو۔آیت مبارکہ کا یہ حصہ ظاہر کرتا ہے کہ اگر عورت کی بدچلنی پر یا کسی غیر مرد سے بات کرنے پر تمہیں غصہ یا شبہ ہو یا تم نے خود دیکھا، پھر تمہاری سختی یا سمجھانے سے وہ اپنے آپ کو ٹھیک کرلے تو پھر اس کی ہر وقت توہ لگانا، اس کو طعنہ زنی کرنا یا بہانے بہانے سے اس کے حقوق کا استحصال کرنا روا نہیں بلکہ اپنے عائلی نظام کو حسب سابق احسن خطوط پر استوار کریں۔اور پھر اس آیت مبارکہ کے آخری الفاظ کہ یقین رکھو کہ اوپر اللہ موجود ہے جو بڑا اور بالا تر ہے۔یعنی پھر جو کوئی اس قدر وضاحت سے بیان کے گئے احکامات پر عمل کرنے کی بجائے کسی معصوم پر دست درازی کرے گا وہ سوچ رکھے کہ اللہ اس فعل کو اس کی سرکشی شمار کرکے سزا دے گا۔

شوہر کس قدر حاکم ہے:

نبی اکرم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں ارشاد فرمایا:

"یہ عورتیں تمہارے پاس اللہ کی امانت ہیں جو ایک کلمہ کے عوض اپنی زندگی تمہارے ساتھ گزارتی ہیں۔"(1)

نبی اکرم ﷺ نے عورت کو مرد کے پاس اللہ امانت کے طور پر بیان کرکے اس کی تمام تر خوبیوں اور وفاؤں کے بدلے اس سے محبت اور نرم مزاجی کے سلوک کا حکم دیا ہے جس کے بدلے اللہ تعالیٰ کی رضا کا بھی وعدہ کیا گیا ہے۔مرد کے ذمّے نہ صرف عورت کے معاشی حقوق ہیں بلکہ وہ اس کے تمام معاشرتی حقوق اور تحفظ کا بھی ضامن ہے۔اگر مرد کو یہ شبہ ہو کہ عورت اس کے ساتھ رہنا پسند نہیں کرتی، تنبیہہ یا سختی کے بعد بھی وہ اس کا حکم نہیں مانتی اور کھلی بے حیائی کی مرتکب ہوتی ہے تو اس سے احسن طریقے سے الگ ہونے کا حکم دیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۭ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْۗـــًٔا مَّرِيْۗــــــًٔا﴾ (2)

(1) نثار احمد، ڈاکٹر، (2005ء)، خطبہ حجۃ الوداع، بیت الحکمت، لاہور، ص 191

(2) النساء 4/4

"اور دیا کرو (اپنی) عورتوں کو ان کے مہر خوشی خوشی پھر اگر وہ بخش دیں تمہیں کچھ عرصہ اس سے خوش دلی سے تو کھاؤ اسے لذت حاصل کرتے ہوئے خوشگوار سمجھتے ہوئے۔"

اس آیت مبارکہ میں بیان ہے کہ اگر تم اپنی عورتوں کا ساتھ نبھانے میں مشکل کا شکار ہو تو انہیں بھلے طریقے سے رُخصت کر دو۔ یہاں تک کہ ان کے پاس جو تمہارا مال ہے اسے بھی واپس نہ لو۔ لیکن اگر وہ بے حیائی کریں تو سامان واپس لیا جا سکتا ہے۔ سورۃ الطلاق آیت نمبر 1 میں طلاق کی واحد وجہ بے حیائی بیان کی گئی ہے۔ ان دونوں آیات کا نتیجہٗ بحث یہ ہی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو بد چلنی سے یا بدزبانی و دیگر کسی عار سے تنگ ہو تو اس کے لیے بہتر ہے کہ وہ اس کو طلاق دے کر بھلے طریقے سے رخصت کر دے۔ ناں کہ وہ اس کو اپنی ملکیت سمجھ کر اس پر تشدد اور ظلم و جبر کو روا رکھے۔ اب جو مذہب ظلم و تشدد یا سخت چوٹ لگانے سے بھی منع کرے اس کی تعلیمات میں قتل کا جواز پیش کرنے کے بیانات بے معنی ہیں۔

شوہر کا جذبہٗ غیرت اور نبی کریم ﷺ کا طرز عمل:

نبی اکرم ﷺ کی زندگی اور ان کی سیرت طیبہ مکمل ضابطہ حیات ہے۔ آپ ﷺ شرم و حیا، عزت و غیرت کے پیکر تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے جہاں زندگی کے تمام پہلوؤں کے بارے میں مکمل رہنمائی فرمائی ہے وہیں غیرت کی جائز و ناجائز حدود کا تذکرہ بھی فرمایا ہے۔ حدیث مبارکہ میں وارد ہے:

"ایک غیرت وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں اور ایک غیرت وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتے ہیں۔ پسندیدہ غیرت وہ ہے جو تہمت کے مقام پر ہو اور ناپسندیدہ غیرت وہ ہے جو بلا وجہ ہو۔"[1]

اس حدیث مبارکہ میں حضرت اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ مناسب مقام اور حیا کے معاملات میں اللہ تعالیٰ غیرت کو پسند کرتے ہیں۔ اس غیرت سے مراد انسان کا اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنا اور بوجہ غیرت ان سب کو ادا کرنا تو جائز ہے جیسا کہ گھر کے مرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے گھر کی عفت و عصمت اور پردہ داری کا انتظام کرے یعنی خواتین اور بچوں کو معاشرے کے مفید رکن بننے کے لیے ان کی تربیت سازی میں اپنا کردار پس پشت نہ ڈالے کیونکہ خاندان کی بے راہ روی معاشرتی بے راہ روی کی اکائی ہوتی ہے۔ حدیث مبارکہ میں اس شخص کو "دیوث" کہہ کر بلایا گیا ہے جو اپنے اہل خانہ کی عزت و حرمت اور اس کے تحفظ کی کوشش نہ کرے۔ خاندان کی بے راہ روی کے معاملات میں خاموشی ایک مجرمانہ فعل تصور کیا جاتا ہے بالخصوص بے حیائی کے معاملات میں۔ اس ضمن میں حدیث مبارکہ میں ارشاد ہے:

(2) سنن نسائی، کتاب النکاح، حدیث نمبر 2559

"دیوث (بے غیرت خاوند، باپ یا بھائی) جنت میں داخل نہ ہوں گے۔"(1)

اس حدیث مبارکہ پر عمل کرنے اور مرد کے اختیارات کہاں تک ہیں کی وضاحت کے لیے حضرت اکرم ﷺ نے مردوں کو عورتوں کے ساتھ مہذب معاشرتی کنٹرول کا حکم دیا ہے یعنی ناراضگی، سخت کلامی یا ہلکی چوٹ لگانا۔

"اگر عورتیں اطاعت نہ کریں تو انہیں بستر پر اکیلا چھوڑ دو۔ ان پر سختی کرو اگر مارنا ناگزیر ہو تو شدید تکلیف والی چوٹ نہ پہنچاؤ۔"(2)

اس حکم سے ثابت ہے کہ عورت کو اس کی غلطی یا نافرمانی پر بھی شدید چوٹ یا اس پر کسی قسم کی احمقانہ یا ظالمانہ روش کو جاری رکھنا جائز نہیں۔ خواہ وہ کسی قسم کی بے شرمی کا شبہ ہی کیوں نہ رکھتا ہو۔ مسلم شریف کی روایت ہے کہ زنا کے ثبوت کے لیے چار گواہان پیش کرنے کی آیات نازل ہوئیں تو حضرت سعد بن عبادہؓ نے کہا:

"اگر میں اپنی بیوی کو کسی مرد کے ساتھ غیر حالت میں دیکھوں تو کیا میں چار مرد تلاش کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا سعد بہت غیرت مند ہے۔ اللہ سب سے زیادہ غیرت مند ہے، میں تم سے زیادہ غیرت مند ہوں۔"(3)

اس حدیث مبارکہ کے الفاظ پر غور فرمائیں حضرت سعدؓ کی غیرت کی تعریف فرمائی گئی ہے کہ شوہر کو یا گھر کے مرد کو اہل خانہ کی عزت و حرمت کے معاملہ میں اپنی ذمہ داری کو سمجھنے اور ناموس کو قائم رکھنے کے بارے میں ایسے خیالات کا ہونا قابل تحسین ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ سب سے غیرت مند ہے یعنی اس کے احکامات کسی کو بے حیائی کی چھوٹ نہیں دیتے۔ لیکن بے حیائی کے روک تھام کا واضع قانون جو خالق کائنات نے رکھا ہے۔ اس میں اس کی ہر مخلوق خواہ مرد ہو یا عورت کے فلاح و تحفظ جیسا کہ زنا کے معاملات میں چار گواہان پیش کرنے کی شرط ہے میں لازماً معاشرتی و عائلی حرمت کا کوئی راز مضمر ہوگا۔ پھر فرمایا میں تم سب سے غیرت مند ہوں، یعنی یہ نہ سمجھا جائے کہ میں بے حیائی کو یا زناکاری کو بہتر تصور کرتا ہوں بلکہ اطاعت الٰہی ہر حال میں انسان پر لازم ہے اور احکامات الٰہی سے تجاوز کرنا عذاب الٰہی کو بلانے کے مترادف ہے۔ لیکن ایک بات قابل غور ہے کہ اس حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے غیرت کی تعریف تو کی لیکن حضرت سعدؓ کے قول کہ وہ تو اپنی بیوی کو قتل کر دیتے کی تائید نہیں کی۔

---

(1) سنن نسائی، حدیث نمبر 2563

(2) خطبہ حجۃ الوداع، ص 190

(3) صحیح مسلم، کتاب الطلاق، حدیث نمبر 3570، مکتبہ شاملہ اردو

ولی کے اختیارات اور فرائض:

شوہر کے علاوہ دوسرا شخص جو عمومی طور پر قتل غیرت کا مرتکب ہوتا ہے وہ ولی ہوتا ہے۔ اسلام میں نظریۂ ولایت عورتوں، کم سن بچوں یا فاترالعقل افراد کا سرپرست قائم کرنے کے لیے رائج ہے جسے (Guardian) کے نام سے پوری دنیا میں پہچانا جاتا ہے۔ قتل غیرت میں عمومی طور پر ولی اپنے زیر ولایت لڑکی کے اپنے حقوق و اختیارات سے تجاوز کرنے پر اسے قتل کر دیتا ہے جس میں اس کی پسند کی شادی، لباس میں آزادی یا دیگر معاشرتی اختلاط کے الزامات لگا کر اسے بد چلن ثابت کیا جاتا ہے۔ ولی کی تعریف کتاب الفقہ میں یوں بیان ہے:

"ولی سے مراد وہ شخص ہے جو مولی کا باپ، دادا، چچا یا کوئی اور عاقل مرد بنے جس کی اجازت کے بغیر لڑکی کا نکاح جائز نہیں اور نہ ہی کم سن کے جائیداد و دیگر معاملات طے کیے جائیں۔"[1]

ولی کا تصور اسلام میں عورتوں کی سرپرستی کے لیے اس صورت میں دیا گیا ہے کہ عورتوں کا معاشرتی اختلاط کم ہونے اور واجبی پردہ ہونے کے باعث وہ معاشرے کی چالاکیوں سے ناواقف ہوتی ہے۔ اس لیے اسلام میں اس نکاح کا معاملہ طے کرنے اور لوگوں سے رشتہ کے بابت میل جول کے لیے ولی مقرر کیا گیا ہے۔ ناں کہ اس کے اوپر اپنی حاکمیت اور زبردستی مسلط کرنے کے لیے یا ایسا فیصلہ کرنے کے لیے جو کہ لڑکی کی زندگی تباہ کرنے کے مترادف ہو جیسا کہ اپنے زیر ولایت ایک تعلیم یافتہ لڑکی کی شادی کسی اَن پڑھ، بُری عادات یا نشہ کے عادی شخص کے ساتھ طے کر دے۔ اس صورت میں عورت کو اختیار ہے کہ چاہے تو اس کے فیصلہ کو برقرار رکھے یا ساقط کر دے۔ نکاح کے معاملے میں یہ فیصلہ "خیار بلوغ" کہلاتا ہے۔ علامہ خصکفی فرماتے ہیں:

"بالغ عورت کو اپنے فہم میں اپنی زندگی کا درست فیصلہ کرنے کا اختیار ہے جس میں وہ ناپسندیدگی کی بناء پر اپنے ولی کا منعقد کردہ نکاح فسخ کرنے یا قاضی کے ذریعے کروانے کا اختیار رکھتی ہے۔"[2]

اگر کسی عورت کے بارے میں اس کا ولی بہتر فیصلہ نہیں کرتا یا کوئی بے حیائی کا عمل جیسا کہ نکاح کے بدلے پیسہ وصول کرتا ہے یا اس کی پسند کا خیال نہیں رکھتا تو ولی کے فیصلہ پر دعویٰ دائر کرنے کے اختیارات عورت کے پاس موجود ہیں اور ولی کے بارے میں اختیارات کی وسعت کا جو عمومی دعویٰ کیا جاتا ہے اس کی تحدید حدیث نبویؐ میں یوں بیان ہوئی ہے:

---

(1) الجزیری، عبدالرحمن، (2013ء)، کتاب الفقہ علی المذاہب اربعہ، جلد 4، علماء اکیڈمی، پنجاب، ص 34

(2) خصکفی، علاؤالدین، (1999ء) کشف الاسرار، مترجم ظفیر الدین، جلد 2۔ مکتبہ فیض القرآن دیوبند انڈیا۔ ص۔ 418

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لأَهْلِي [1]

"تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور میں سب سے زیادہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا ہوں۔"

اس حدیث مبارکہ سے اس بات کی وضاحت ملتی ہے کہ ولی یا خاندان کے سربراہ کے لیے سب سے پہلے اہل خانہ کا خیر خواہ ہونا، ان کے عزت و احترام کا خیال رکھنے کے جذبات اور اظہار ضروری ہے۔ لیکن ہمارے ہاں ایک خود ساختہ اور عوامی حکم صادر کر دیا گیا ہے کہ ولی اپنے زیر تولیت افراد کی زندگی پر مکمل حاکم ہے۔ وہ جو چاہے فیصلہ کرے۔ حدیث مبارکہ میں وارد ہے کہ اللہ پاک ہر شخص سے اس کے معاشرتی معاملات اور حقوق و فرائض کے بارے میں باز پُرس کرے گا۔ ارشاد ہے:

كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ [2]

"تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔"

عورت کے پسند کی شادی کے حقوق:

قتل غیرت کے ضمن میں رپورٹ کیسز میں ایک بڑی تعداد ان خواتین کی ہوتی ہے جو اپنی پسند سے شادی کر لیتی ہیں خواہ وہ بالغ ہی کیوں نہ ہوں جبکہ اسلام اختیارات کی تفویض کے لیے بلوغت کو شرط رکھتا ہے۔ پاکستان اس خطے میں واقع ہے جو صدیوں سے کثیر التہذیبی مرکز ہے۔ یہاں بہت سے قوانین ایسے رائج ہیں جو اسلامی نہیں بلکہ علاقائی رسم و رواج ہیں اور دیگر مذاہب کی تعلیمات سے ماخوذ ہیں جیسا کہ پسند کی شادی کرنے کے اختیارات عورت کے پاس نہ ہونا ہے جبکہ اسلامی تعلیمات مرد و زن کو مساوی حقوق دیتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾ [3]

---

(1) جامع ترمذی، حدیث نمبر 3895

(2) صحیح بخاری، کتاب الاحکام، حدیث نمبر 7138

(3) الحجرات 13/49

"اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری ذاتیں اور قبیلے اس لئے بنائے تاکہ تم پہچانے جاؤ۔"

آیت مبارکہ کے اس حصے میں دو نشانیاں انسانوں میں مساوات کے لیے بیان ہوئی ہیں۔ پہلی کہ تم سب ایک مرد و عورت سے پیدا ہوئے یعنی مرد و عورت کی حیثیت اولاد کی ہوگئی جن کو برابری کے حقوق اسلام دیتا ہے۔ دوسرا حصہ قبائل اور ذات کو وجہِ شناخت بیان کر کے تمام تفرقات مراتب و جنس کو ختم کر کے حقوق کی صف میں برابر قرار دے دیا گیا ہے۔ لہٰذا جب انسان کی اصل ایک ہے اور اس لفظ کے استعمال میں مرد یا عورت کی تخصیص نہیں کی جاتی تو حقوق کی تقسیم و ادائیگی میں فرق خود ساختہ بات ہی ہو سکتی جس کا اسلامی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں۔

اسلام نے نکاح کی صورت میں جہاں مرد کو اختیار دیا ہے کہ وہ اپنی مرضی کی دو دو، تین تین یا چار چار عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے (النساء 3/4) تو وہیں مساوات کے حقوق کو برقرار رکھتے ہوئے عورت کو بھی اس کے اختیارات دیئے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ یَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَیْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ [1]

"تم ان عورتوں کو نکاح سے نہ روکو جب کہ وہ دستور کے مطابق راضی ہوں۔"

معروف طریقے سے شادی سے مراد جس شخص سے وہ شادی کی خواہشمند ہوں، وہ مسلمان ہو، اور ایسی عادات بد کا مالک نہ ہو کہ اس سے عورت کی زندگی خراب ہونے کا خدشہ ہو تو اہل خانہ اس کی رائے کا احترام کریں۔ لیکن اگر مذکورہ برائیاں موجود ہوں تو اہل خانہ کو عورت کو سمجھانا اور سختی کرنا بوجہ محبت و الفت جائز ہے۔ لیکن اس کو قتل کرنا کسی قسم کی محبت و الفت کا اظہار نہیں۔ اسی طرح عورت کی عادت و فطرت کے خلاف اس کا کسی بد چلن شخص سے صرف اس لیے زبردستی رشتہ طے کر دینا کہ خاندان کے مردوں یا دیگر افراد کا رُعب و بالادستی قائم رہے اور عورت کے محکوم ہونے کو ثابت کرے جائز نہیں۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

لاَ تُنْكَحُ الثَّيِّبُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ وَلاَ تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ وَإِذْنُهَا الصُّمُوتُ [2]

"عورت کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر جائز نہیں ثیبہ (شوہر دیدہ عورت) کا اقرار لفظی ہوگا جبکہ باکرہ (کنواری) کا اقرار خاموشی ہوگی۔

---

(1) البقرہ 232/2

(2) جامع ترمذی، حدیث نمبر 1107

اس حدیث مبارکہ کے مضامین نے عورت کو کنواری و شادی شدہ ہر دو صورتوں میں اپنی زندگی بالخصوص اپنے شوہر کے بارے میں فیصلہ کرنے کا اختیار دیا ہے۔ اگر معاشرے میں مناسب رہنمائی اور اختیارات خواتین کو اسلامی تعلیمات کی پیروی میں دینے کی صرف سوچ ہی پیدا ہو جائے تو معاشرتی مسائل پیدا ہی نہ ہوں۔ اور نہ ہی قتل غیرت جیسے قبیح عمل کی معاشرے میں کوئی وجہ پیدا ہو۔

قتل غیرت میں تعزیر کے حامی مکتبہ فکر:

جو لوگ قتل غیرت کو جائز سمجھتے ہیں ان کے پاس جواز برائی کو ہاتھ سے روکنے کا حدیث مبارکہ میں وارد حکم ہے اور دوسری وجہ تغییر منکر یعنی سرزنش کرنے پر نہ رکنے کے باعث سزا دینا ہے۔ حدیث مبارکہ ہے:

مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ [1]

"تم میں سے جو شخص منکر (ناقابل قبول کام) دیکھے اس پر لازم ہے کہ اسے اپنے ہاتھ (قوت) سے بدل دے اور اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنے دل سے (اسے برا سمجھے اور اس کے بدلنے کی مثبت تدبیر سوچے) اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔"

اس ضمن میں علماء کرام نے وضاحت کی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی محرمہ عورت کے ساتھ کسی شخص کو زبردستی زنا کرتے دیکھ لے تو وہ مرد کو قتل کر سکتا ہے لیکن اگر اسے مرد و عورت دونوں کی رضا معلوم ہو تو دونوں کو قتل کر کے برائی کو اپنے ہاتھ سے ختم کرنے جیسے اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ اس کی غیرت کو نمایاں کر سکے گا۔ جس کی سزا کے لیے جواز تعزیر پیش کیا جائے گا یعنی جن جرائم کی سزا مقرر ہے اور اس کے لیے عدالت کا انعقاد ضروری ہے۔ دوسری صورت میں انتظار کی مشقت نہ اُٹھانے اور عدالت سے ریلیف ملنے یا برائی پھیلنے سے روکنے کے لیے فوری سزا بطور تعزیر دی جاسکتی ہے۔ اس حق کی تقویت کے لیے علامہ ابن عابدین کا قول پیش کیا جاتا ہے:

"بعض متاخرین علماء کے نزدیک حد کے نفاذ کا اختیار تو امام یا قاضی کو حاصل ہے لیکن تعزیر کا حق اس کے شوہر، ولی اور ہر اس شخص کو حاصل ہے جو زنا یا اس سے مماثل گناہ کا مشاہدہ کرے۔"[2]

---

(1) صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث نمبر 177

(2) شامی، ابن عابدین، محمد بن امین بن عمر، (1992ء)، رد المختار، کتاب الحدود، باب التعزیر، ج4، بیروت دار الفکر، ص60

اس قول کی وضاحت کے لیے ہم مزید بحث نہ بھی کریں تو کلام ہذا یعنی حد کا حق امام اور تعزیر کا حق شوہر یا دیگر افراد کے پاس ہے تو اسلامی تعلیمات میں تعزیرات کے ضمن میں دی جانے والی سزاؤں کا دائرہ کار یقیناً کم تر ہوا ہے، یعنی حالات و واقعات اور جرم کی نوعیت کے حساب سے قرآن پاک میں مذکور سزا کو کم کیا جاتا ہے جیسا کہ قتل کی سزا قتل ہے۔ لیکن تعزیر میں اس کی تخفیف کر کے عمر قید یا 14 سال قید دی جاتی ہے۔ لہٰذا علامہ شامی کے قول کہ تعزیر کا حق ہر شخص (باپ، بھائی، شوہر یا دیگر مشاہدہ گناہ کرنے والے افراد) کو ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان سب کو کسی بھی قتل کرنے کے اختیارات دے دیئے گئے بلکہ ان کے اختیارات منع کرنے بوقت ضرورت ہلکی ضرب یا کوئی دیگر معاشرتی طریقہ کار جیسا کہ پنچائیت یا خاندانی اجتماعی گفتگو وغیرہ کے ہیں، نہ کہ سزا حد یا تعزیر کے نفاذ کے کیونکہ تعزیر کے نفاذ کے اختیارات بھی حاکم، قاضی یا دیگر قانون نافذ کرنے والے اداروں کے مقرر کردہ افراد کے پاس ہی ہے۔

جو لوگوں علامہ شامیؒ کے سابقہ قول کو جواز بنا کر پیش کرتے ہیں ان پر حقیقت کو چھپانے کے جرم کو ثابت کرنے کے لیے علامہ شامیؒ کے سابقہ حوالہ کلام سے ملحقہ مضمون کو تفصیل سے پڑھنے پر ملتا ہے۔ علامہ صاحب فرماتے ہیں:

"کسی شخص نے اپنی بیوی، محرمہ یا اجنبی عورت کو کسی مرد کے ساتھ خلوت میں یا قابل اعتراض حالت میں دیکھا، جس معاملہ میں عورت مجبور ہو تو عورت کو کسی صورت قتل نہ کیا جائے اور ثبوت زنا کو عدالت میں پیش کیا جائے۔ قتل کسی بھی صورت میں جائز نہیں نہ گناہ کے ارتکاب کے وقت اور نہ ہی اس کے بعد۔"(1)

تغییر منکر یعنی ہاتھ سے برائی کو روکنے کے اختیارات کے بارے میں صاحب مرقاۃ المفاتیح فرماتے ہیں:

"اہل علم کی رائے ہے کہ تغییر بالید کا اختیار ہر کسی کو نہیں دیا گیا بلکہ اس کے اختیارات حکمرانوں کو دیئے گئے ہیں۔ تغییر باللسان کا علماء کو تغییر بالقلب اختیار کا عوام کے پاس ہے جب تغییر بالید کا اختیار ہر کسی کو نہیں تو ہر ایک کے لیے اس بنیاد پر قتل کرنا بھی جائز نہیں۔"(2)

تغییر بالید کے اختیارات کے بارے میں علماء نووی وضاحت فرماتے ہیں:

"تغییر بالید کی جن صورتوں میں فساد، فتنہ، جھگڑا اور تلوار نکل آنے یا قتل و غارت کی نوبت آنے کا خطرہ ہو اس کی اجازت نہ ہوگی بلکہ برائی کو روکنے کے لیے حاکم کو شکایت کر کے اپنے فرض سے بَری ہو جائے۔"(3)

---

(1) ایضاً، ص 63،64

(2) ابو الحسن، علی بن السلکان، (2006ء)، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۔6 باب الحدود، دار الفکر بیروت، حدیث نمبر 2379

(3) نووی، یحیی بن شرف، (1980)، المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، باب نہی عن المنکر، ج۔2، دار احیاء التراث العربی۔ ص 25

حاصل کلام:

مندرجہ بالا کلام کے تناظر میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلام دین مساوات ہے جو کسی بھی فرد کے حقوق کو غضب کرنے یا اس کی زندگی کے بارے میں فیصلہ کرنے کا اختیار دوسرے کو نہیں دیتا۔ بلکہ معاشرتی معاملات کی درستگی اور خواتین کے تحفظ کے لیے مردوں کو ان کے معاملات پر کوشش کرنے اور ان کے طے کرنے میں مدد کے اضافی فرائض دیئے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰي﴾ (1)

"دیکھو کیسے ہم نے بعض کو مقام و مرتبے میں دوسروں پر فضیلت دی ہے۔"

لیکن اس فضیلت سے جواب دہی میں بھی اضافہ ہوگا یعنی فضیلت اختیارات کے ساتھ مسؤلیت میں بھی خاطر خواہ اضافہ کرتی ہے۔ ناں کہ کسی کو اختیارات میں اس قدر کھلی چوٹ دے دی گئی ہے کہ وہ دوسروں کے بارے میں بالخصوص ان کی زندگی کے بارے میں از خود فیصلہ اپنی پسند ناپسند کے تناظر میں کر سکے۔ لہٰذا کسی بھی شخص کا کسی عورت یا مرد کو محض شک وشبہ یا جرم دیکھنے کے باوجود قصداً قتل کرنا بالکل ناجائز ہے۔ یہ عمل بالکل غیر شروعی اور سراسر جہالت ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر اس فعل کو اسلامی تعلیمات کا شاخسانہ قرار دینا جہالت اور دست درازی کی بدترین مثال ہے اور تعلیمات اسلامی کو بدنام کرنے کا سبب ہیں۔

* * * * * * * *

---

(1)الاسراء، 21/17